مقامِ حدیث

مولانا عبداللطیف (استاذ الحدیث جامعہ عربیہ چنیوٹ)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال وافعال یاد کرنے یاد رکھنے کا اہتمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس لیے بھی فرماتے تھے کہ وہ انہیں اپنے لیے دونوں جہان کی سعادت اور خوش بختی یقین کرتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک دعاؤں کے گرویدہ تھے خصوصاً جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ ارشادان کے سامنے آچکے تھے۔

(۱) **قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم نضر اللّٰہ امرأ سمع منا حدیثا فحفظہ حتی یبلغہ**

(ترمذی صفحہ ۹۰ جلد ۲)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ وشاداب رکھے جس نے میری حدیث سنی پھراس کو یاد کیا تا کہ اس کو دوسروں تک پہنچائے۔

(۲) **قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اللّٰھم ارحم خلفائی فقلنا یا رسول اللّٰہ ومن خلفاء ک؟ قال الذین یروون احادیثی ویعلمونھا الناس** (الطبرانی)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ رب العزت سے دعا کی اے اللہ میرے خلفاء پر رحم فرما صحابہ کرام نے گزارش کی یارسول اللہ آپ کے خلفاء کون ہیں؟ ارشاد فرمایا وہ جو میری احادیث روایت کرتے ہیں اور لوگوں سکھلاتے ہیں۔

(۳) **عن ابن مسعود رضی اللّٰہ عنہ قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اولی الناس بی یوم القیامۃ اکثرھم علی صلاۃ** (ترمذی)

یعنی قیامت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قرب ان لوگوں کو زیادہ نصیب ہوگا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ درود بھیجنے والے ہوں گے۔ اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ علم حدیث میں مشغول ہونے والوں سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کوئی دوسرا درود بھیجنے والا نہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے زیادہ بڑھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب کا کون دلدادہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ مبارک دعائیں دراصل دونوں جہاں کی سعادت اور خوش بختی کی کلید ہیں۔

دوسرا طریقہ تعامل:

حدیث شریف کی حفاظت کا دوسرا طریقہ جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیا تھا وہ تعامل تھا یعنی وہ آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کے اقوال وافعال پر بجنسہٖ عمل کر کے اسے یاد کرتے تھے، بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہے کہ انھوں نے کوئی عمل کیا اوراس کے بعد فرمایا ''ھکذا رأیت رسول اللہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یفعل''

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سیرت کا ایک ایک باب اتباع وانقیاد کا حسین مرقع ہے ان کر ہر ادا سے اتباعِ نبوی کی شان ٹپکتی ہے۔ان کی حالت تو یہ تھی:

ادائیں لاکھ اور بے تاب دل ایک ۔۔۔ فدا ہو آپ کی کس کس ادا پر

ان کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق وعادات، عبادات ومعاملات اورآپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنی ذات میں جذب کر کے اپنی استعداد کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے رنگ میں رنگین ہو جائیں اور بعد میں آنے والوں کو اس رنگ میں رنگین کرتے چلے جائیں۔ بلاشبہ وہ رنگین بنے ہوئے تھے اور رنگین بنا رہے تھے۔

یہ حضرات صحابہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بلاواسطہ تربیت یافتہ تھے ان حضرات کی تعلیم وتربیت کا سامان خود اللہ رب العزت کی جانب سے کیا گیا تھا، ان کی تربیت کے لیے قدم قدم پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار ہدایات جاری فرمائی گئی تھیں۔جیسا کہ قرآنی آیات اس پر شاہد ہیں۔ان کی تثبیت (ثابت قدم رکھنے کے لیے) فرشتوں کو بھیجا گیا تھا۔

مختصر یہ کہ وحی اور صاحب وحی جن کی تربیت کے نگران تھے ان کی تربیت کا رنگ کتنا پائیدار، کتنا پختہ، کتنا گہرا اور کتنا انمٹ ہوگا؟ بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا اثر ان کی زندگی کے ہر شعبہ میں نمایاں ہو رہا ہے۔غرضیکہ یہ طریقہ تعامل بھی نہایت قابل اعتماد ہے اس لیے کہ جس بات پر انسان خود عمل کرتا ہے وہ ذہن میں پتھر پر نقش کی مانند پائیدار اور انمٹ ہو جاتی ہے۔

تیسرا طریقہ کتابت:

حدیث کی حفاظت کتابت کے ذریعہ سے بھی کی گئی، کتابتِ حدیث کو تاریخی طور پر چار مرحلوں پر تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

(۱) احادیث کو متفرق طور پر زیبِ قرطاس کرنا۔

(۲) احادیث کو کسی ایک شخصی صحیفہ میں جمع کرنا۔جس کی حیثیت ذاتی یادداشت کی ہو۔

(۳) احادیث کو کتابی صورت میں بغیر تبویب کے جمع کرنا۔

(۴) احادیث کو کتابی صورت میں تبویب کے ساتھ جمع کرنا۔

دورِ رسالت اور دور صحابہ رضی اللہ عنہم میں کتابت کی پہلی دو قسمیں اچھی طرح رائج ہو چکی تھیں چنانچہ بخاری شریف میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''ما من اصحاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم احدا کثر حدیثا عنہ منی الا ما کان من عبد

الله بن عمرو فانه كان يكتب ولا اكتب'' (صحیح بخاری صفحہ ۲۲، جلدا)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے کے پاس مجھ سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث محفوظ نہیں ہیں اور اس کی وجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ یہی بیان کرتے ہیں کہ وہ احادیث کو لکھا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا۔

(۲)　اسی طرح ابوداؤد اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرو مسعود رضی اللہ عنہ کتابتِ حدیث کے بارے میں خود اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ:

میں جتنی باتیں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے سنتا تھا یاد رکھنے کے لیے ان کو لکھ لیا کرتا تھا میرے اس طرزِ عمل کی جب قریش کو خبر ہوئی تو انھوں نے مجھے منع کیا اور کہا کہ تم ہر چیز کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنتے ہو لکھ لیا کرتے ہو۔ حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم آدمی ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غصے کی حالت میں بھی ہوتے ہیں اور خوشی کی حالت میں بھی۔ لہٰذا میں لکھنے سے رک گیا اور اس کا تذکرہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لکھو اور اپنے دہانِ مبارک کی طرف انگلی سے اشارہ کر کے فرمایا (اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اس سے کسی حالت میں بھی ناحق اور غلط بات نہیں نکل سکتی۔ (ابوداؤد صفحہ ۱۵۷، جلدا)

(۳)　بخاری شریف میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے سال خطبہ ارشاد فرمایا تو ابوشاہ یمنی نے عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھے یہ خطبہ لکھوا دیجئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ''**اکتبو لابی شاہ**'' (بخاری باب کتابۃ العلم صفحہ ۲۱، ۲۲)

ظاہر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ خطبہ احادیث پر مشتمل تھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے احادیث کی کتابت ہو رہی ہے۔

منکرین حدیث کا کہنا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتابتِ حدیث سے ممانعت فرمائی ہے تو مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ کتابتِ حدیث کی ممانعت کسی امرِ عارض کی بنا پر تھی اور جب وہ امر عارض ختم ہوگیا تو کتابتِ حدیث کی اجازت بلکہ حکم ارشاد فرمایا گیا اور وہ امرِ عارض یہ تھا کہ ابتداء اسلام میں قرآنی آیات کے ساتھ التباس کا اندیشہ تھا۔ اس کے انسداد کے لیے قرآنِ کریم کے ساتھ احادیث لکھنے کی ممانعت فرمائی تھی۔ بعد میں وہ عارض ختم ہوگیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسلوب قرآن کریم کے ساتھ پوری طرح مانوس ہوگئے۔

قرآنِ کریم سے الگ احادیث لکھنے کا رواج ہر دور میں جاری رہا۔ چنانچہ دورِ صحابہ میں احادیث کے کئی مجموعے جو ذاتی نوعیت کے تھے تیار ہو چکے تھے۔ نمونے کے طور پر چند مثالیں درج ذیل ہیں۔

(۱) الصحیفۃ الصادقۃ:

مسند احمد میں روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے احادیث کا جو مجموعہ تیار کیا تھا اس

کا نام ''الصحیفۃ الصادقۃ'' رکھا تھا۔ یہ دورِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حدیثی مجموعوں میں سب سے زیادہ ضخیم صحیفہ تھا۔

(۲) صحیفۂ علی رضی اللہ عنہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا صحیفہ ان کی تلوار کی نیام میں رہتا تھا اور اس روایت کے متعدد الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں دیات اور معاقل، فدیہ اور قصاص، احکامِ اہل ذمہ، نصابِ زکوٰۃ اور مدینہ طیبہ کے حرم ہونے سے متعلق ارشاداتِ نبوی درج تھے۔ (ابوداؤد صفحہ ۲۷۸، جلد ا)

(۳) کتاب الصدقۃ:

یہ ان احادیث کا مجموعہ تھا جو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود املاء کروادیا تھا۔ اس میں زکوٰۃ وصدقات اور عشر وغیرہ کے احکام تھا اور سننِ ابی داؤد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمال کو بھیجنے کے لیے لکھوائی تھی۔

(۴) صحیفہ عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ:

جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو نجران کا عامل بنا کر بھیجا تو ایک صحیفہ ان کے حوالے کیا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پر مشتمل تھا اور اسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لکھا تھا۔ (ابوداؤد)

(۵) صحفِ ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے پاس ان کی تمام مرویات لکھی ہوئی موجود تھیں۔ ان سے پانچ ہزار تین سو چوہتر (۵۳۷۴) احادیث مروی ہیں۔ (مستدرک حاکم)

(۶) صحیفہ ہمام بن منبّہ رحمہ اللہ:

حضرت ہمام بن منبّہ رحمہ اللہ بھی حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ کے مشہور شاگرد ہیں۔ امام مسلم اپنی صحیح میں بہت سی احادیث اس صحیفہ کے واسطے سے بھی لائے ہیں۔ اسی طرح مسند احمد بن حنبل رحمہ اللہ میں اس صحیفے کی روایات بکثرت موجود ہیں۔ (مسند احمد ۳۱۲، جلد ۲)

حسنِ اتفاق سے چند سال پہلے اس صحیفے کا اصل مخطوطہ دریافت ہوگیا ہے اس کا ایک نسخہ جرمنی میں برلن کے کتب خانہ میں موجود ہے، دوسرا نسخہ دمشق کے کتب خانہ ''مجمع علمی'' میں سیرت اور تاریخ کے مشہور محقق ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے ان دونوں سے اس کا مقابلہ کیا تو کہیں ایک حرف یا ایک نقطہ میں بھی فرق نہیں تھا۔

ان چند مثالوں سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ دورِ رسالت اور دورِ صحابہ میں کتابتِ حدیث کا طریقہ خوب اچھی طرح رائج ہو چکا تھا۔ یہ درست ہے کہ تدوین حدیث کی یہ ساری کوششیں ذاتی نوعیت کی اور غیر مرتب طریقے پر تھیں عام طور سے کتابی شکل میں احادیث جمع کرنے کا اہتمام نہیں تھا۔ یہاں تک کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جہاد اور تعلیم وتبلیغ کے لیے مختلف شہروں میں منتشر ہوگئے اور کچھ شہید بھی ہوگئے پھر جب تابعین کا دور آیا اور مختلف باطل فرقوں نے سر اٹھایا اور اغراضِ

فاسدہ اور عقائدِ باطلہ کی اشاعت کے لیے حدیثیں گھڑنا شروع کیا تو اللہ رب العزت کی طرف سے امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے دل میں جمعِ احادیث کا جذبہ پیدا ہوا اور اپنے زیرِ اثر تمام علاقوں میں تدوینِ حدیث کا حکم دیا۔

پھر حضرات محدثین نے اسماء الرجال کا فن ایجاد کیا، جرح وتعدیل کے قواعد مقرر کیے احادیث کی چھان بین کا وہ کارنامہ انجام دیا جس کی مثال نہیں مل سکتی احادیث وضع کرنے والوں کی فہرستیں تیار کی گئی اور صحیح روایات کے راویوں کو مستقل علیحدہ جمع کیا اور ایک ایک راوی کا حال مفصل لکھا حتیٰ کہ یہود ونصاریٰ اور مستشرقین ایک بڑی تعداد میں اس کا اقرار کرتے ہیں کہ اہلِ اسلام نے اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وواقعات کو جس صداقت ودیانت اور تفصیل کے ساتھ جمع کیا ہے وہ ایسا عظیم الشان کارنامہ ہے جس کی مثال دوسرے مذاہب میں نہ اسلام سے پہلے موجود تھی اور نہ اسلام کے بعد آج تک موجود ہے۔ ایک ایک حدیث کی سند کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچایا گیا۔ تاریخ کا علم جس پر منکرین حدیث کو ناز ہے اس میں واقعات بلاسند ذکر کیے جاتے ہیں اور نقل کرنے والوں میں سچے، جھوٹے، فساق وفجار بلکہ ایمان سے محروم ہر طرح کے بے شمار لوگ ہوتے ہیں۔ انتہائی حیرت ہے اور کتنا تعجب ہے کہ عقل وخرد کے دشمن منکرین حدیث تاریخ کو معتبر سمجھتے ہیں اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو غیر معتبر۔ فَیَا اَسَفٰی

اللہ رب العزت سے ہی دعا ہے کہ ہدایت سے نوازے اور اپنی عظمت اور محبت نصیب فرمائے۔

ظفر اللہ خان ''باہر کا'' آدمی تھا (سابق سفارت کار جمشید مارکر)

ایکسپریس: بھارت غیر جانب دار تحریک کا سرگرم رکن بن کر دو عالمی طاقتوں سے فوائد حاصل کرتا رہا۔ لیکن پاکستان نے سیٹو اور سینٹو معاہدات کر کے ایک بڑی طاقت سوویت یونین کو کافی عرصے تک ناراض کیے رکھا۔ آپ کے خیال میں کیا اسے پاکستان کی ناکام اور انڈیا کی کام یاب خارجہ پالیسی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے؟

جمشید مارکر: تقسیم کے وقت انڈیا نے ہمارا فوجی اسلحہ روک لیا تھا، بعد میں خستہ اور ٹوٹا پھوٹا سامان دیا۔ پاکستان کے پاس اُس وقت کچھ نہیں تھا۔ تقسیم کے بعد انڈیا کا گورنر جنرل گورا بنا تو ان کا سارا کام بغیر کسی رکاوٹ کے چلتا رہا۔ پاکستان میں ہر چیز نئے سرے سے شروع کرنا پڑی۔ مہاجرین کی آباد کاری کے ساتھ سرکاری دفاتر بھی بنانے پڑے۔ کلفٹن اور امریکی قونصلیٹ کے پاس میری اور میرے سسرال کی کچھ عمارتیں تھیں، جنہیں حکومت وزارتِ خارجہ کے لوگوں کے ٹھہرنے اور سفارت خانے کے طور پر استعمال کر رہی تھی۔ اُس وقت پاکستان کے پاس اپنے دفاع کے لیے اسلحہ بھی نہیں تھا۔ چنانچہ ایسے حالات میں مجبوراً لیاقت علی خان کو امریکی امداد لینا پڑی۔ اس لیے سینٹو صحیح تھا، البتہ سیٹو میں پاکستان پھنس گیا تھا۔ اُس وقت سر ظفر اللہ خان پاکستان کے وزیرِ خارجہ تھے۔ انھوں نے حکومت پاکستان سے مشورہ کیے بغیر سیٹو پر دست خط کر دیے تھے، جو سراسر غلط فعل تھا۔

ایکسپریس: سیٹو پر دست خط کرنے جیسا بڑا فیصلہ کرنے پر ظفر اللہ خان کے خلاف حکومت کی جانب سے کارروائی کیوں نہیں کی گئی؟

جمشید مارکر: کیوں کہ اُس وقت ظفر اللہ خان باہر والوں کا بڑا آدمی تھا۔ اگر حکومتِ پاکستان اس سے جواب مانگتی تو اُن کے بجائے باہر بیٹھے لوگ حکومتِ پاکستان کو جواب دیتے۔ (انٹرویو: روزنامہ ایکسپریس۔ سنڈے میگزین ص۷، ۲۹؍جنوری ۲۰۱۲ء)